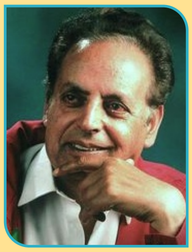

مستنصر حسین تارڑ

- **پیدائش:** یکم مارچ ۱۹۳۹ء منڈی بہاؤالدین
- **تصانیف:** اُندلس میں اجنبی، بہاؤ، قلعہ جنگی، نکلے تری تلاش میں۔ شہپر

تھر کی نادیہ کمانچی

وہ اولمپک گولڈ میڈل جیت سکتی تھی

حاصلاتِ تعلّم

یہ سبق پڑھ کر طلبہ: (ا) استحسانی اور تنقیدی گفتگو سُن کر سمجھ سکیں۔ (۲) کھیلوں اور معاشرتی مسائل پر اخبار کے مدیر/متعلقہ محکمے کو رپورٹ لکھ کر بھیج سکیں۔(۳) نثر میں رموز و اوقاف کا درست استعمال کرسکیں۔ (۴) کہانی، انشائیہ یا مضمون وغیرہ لکھ سکیں۔ (۵) کسی سفر کا حال تفصیل سے بیان کرسکیں۔ (۶) ادب پارے کا مرکزی خیال، اہم نکات، نتائج، کردار یا واقعات کی تشریح استحسانی انداز اور ادبی پیرائے میں لکھ سکیں۔ (۷) متعلق فعل کی تفہیم واستعمال کرسکیں اور ان میں امتیاز کرسکیں۔

ہم نے آج بہت دور جانا تھا۔

ہم ننگر پارکر کی جانب سفر کرتے تھے۔

اور پھر دیدہ دل نے حسبِ وعدہ اپنی پراڈو کا رُخ موڑا اور دائیں جانب جو چٹانوں کا ایک عُجوبہ سرخ جہاں تھا اس کے اندر کا سفر اختیار کیا ۔۔ ہم کارونجھر کے چٹانی سلسلے کے اندر سفرکرتے گئے۔۔

عجب چٹانی سلسلہ تھا، صحراؤں کے درمیان میں آسٹریلیا کی الورو چٹان کی مانند شاید آسمانوں سے اترا ہوا مقدس چٹانی سلسلہ۔۔ بہ ظاہر خشک اور چٹیل لیکن اس کے اندر خنک اور میٹھے پانیوں کے ذخیرے پوشیدہ تھے۔۔

اور تب ہم اس کی آخری بلندی پر پھیلی ہوئی ایک ہم وار سطح پر آگئے ۔۔یہاں سے آگے صرف چٹانوں کے انبار تھے۔

آس پاس بے آب و گیاہ چٹانی حصار بلند ہوتے تھے اور تیز ہوائیں۔ سِسکیاں بھرتی تھیں ۔۔۔

ہم واپس ہونے ہی کو تھے کہ ایک کھائی کی خاردار جھاڑیوں میں سے تین بچے بھتنوں کی مانند نمودار ہوگئے۔ اُن کے ہاتھوں

میں درانتیاں تھیں اور چہروں پر غُربت اور صحرائی دُھوپوں کی کالک ملی ہوئی تھی، اُن کی شکلیں جلی ہوئی تھیں۔ ہمارے آس پاس منڈلاتے وہ تھری زبان میں فریادیں کرنے لگے اور دیدہ دل مُترجم ہوگیا۔

"ہم ننگر پارکر کے بچّے ہیں۔ ہم اس چٹانی سلسلے کی کوکھ میں اُگنے والے درختوں کی ٹہنیاں توڑتے ہیں، سُوکھ چکی جھاڑیاں جمع کرتے ہیں اور اس ایندھن کو ننگرپارکر کے بازار میں فروخت کرتے ہیں۔"

"کتنے پیسے مل جاتے ہیں؟"

"کبھی دس بیس اور کبھی پورے سو روپے۔۔"

اُن میں سے ایک بچّی جو شاید آٹھ دس برس کی ہوگی، چہرہ دُھوپ جلا اور ہونٹ سُوکھے ہوئے، بدن پر ماس بہت کم، میلی کچیلی بالکل جھجکتی نہ تھی، بے دھڑک اپنی درانتی لہراتی ہوئی کچھ ہم سے کہتی تھی اور بلندی کی جانب اشارے کرتی تھی ۔۔ دیدہ دل نے ترجمانی کی کہ "سائیں یہ لڑکی کہتی ہے کہ اس چٹانی سلسلے کی جو بلند ترین چوٹی ہے وہاں جہاں ایک جھنڈا لہرا رہا ہے میں وہاں تک چٹانوں کو ٹاپتی کُودتی صرف تین منٹ میں پہنچ سکتی ہوں اور جھنڈے کو ہاتھ لگا کر دو منٹ میں واپس آسکتی ہوں ۔"

یہ جلے ہوئے غربت زدہ چہرے والی لڑکی بہت کائیاں تھی، ہمیں بے وقوف بنا رہی تھی ۔۔۔ مجھے کچھ نہ کچھ تو اندازہ تھا کہ ایسی چٹانوں پر اُترنا چڑھنا خالہ جی کا گھر تو نہ تھا، آسان کھیل نہ تھا، اس میں آسانی سے جان جاسکتی ہے۔۔ کوہِ کارونجھر کی وہ جو آخری چٹان کی بلندی نظر آتی تھی جہاں ایک پھَریرا پھڑپھڑاتا ہے، وہاں تک تو بین الاقوامی شہرت یافتہ کوئی راک کلائمبر (Rock Climber) ہی پہنچ سکتا ہے۔ لیکن تین منٹ میں تو نہیں، کم از کم پندرہ منٹ میں۔۔ تو یہ سُوکھی سڑی دھوپ جلی لڑکی کہاں وہاں پہنچنے والی تھی اور وہ بھی تین منٹ میں۔۔

"کیوں سائیں۔" دیدہ دُل مجھ سے مخاطب ہوا۔۔ "تماشا کرتے ہیں۔ اسے کہو کہ جائے۔"

میں نے گھڑی پر وقت کا تعیُّن کیا۔ وہ دھوپ جلی لڑکی دیدہ دل کا اشارہ پاتے ہی انسان کے رُوپ سے جدا ہو کر ایک بندریا ہوگئی، ننگے پاؤں بھاگتی پہلے وہ راستے سے اتر کر کھائی کے اندر غائب ہوگئی، پھر یک دم ظاہر ہوئی اور اُچھلتی کُودتی چٹانوں پر چڑھتی بڑے پتھروں کو پھلانگتی، کبھی اُن میں اوجھل ہوجاتی اور کبھی کسی چٹان کی اوٹ میں سے نمودار ہوجاتی۔۔

کامران نہ صرف باکمال فوٹوگرافر تھا بلکہ ایک تجربے کار کوہ نوَرد بھی تھا، اس نے شدید ہزیمت محسوس کی کہ ایک چھینٹ سی بچّی کی یہ جرأت، چناں چہ اُس نے بھی کمر کس لی اور وہ بھی چٹانوں کے اندر چلاگیا۔ اُس کا بھاری وجود حیرت انگیز پُھرتی کے ساتھ اُس چٹانی بلندی پر چڑھتا گیا۔

ہم دیکھ رہے تھے کہ وہ بندریا اب ہم سے اتنی دُور ہوچکی ہے کہ ایک چھوٹی سی گلہری لگتی تھی جو چٹانوں پر

پُھدک رہی تھی ۔۔ تب وہ ایک مرتبہ پھر اوجھل ہوئی اور کچھ لمحوں بعد چٹانوں کی آخری بلندی پر لہراتے پھَریرے کے برابر میں کھڑی ہمیں ہاتھ ہلارہی تھی۔ میں نے گھڑی چیک کی تو، پورے تین منٹ۔

اگلے لمحے وہ اُسی طور اُچھلتی کودتی ننگے پاؤں چٹانوں سے اُترتی واپس آرہی تھی ۔ اور تب کامران نے ابھی فاصلہ بھی طے نہ کیا تھا۔

وہ کھائی میں سے برآمد ہوئی اور بھاگتی ہوئی ہمارے پاس پہنچ کر ہمیں داد طلب آنکھوں سے دیکھنے لگی۔ پورے دومنٹ کل پانچ منٹ۔ اور وہ ہانپ نہیں رہی تھی، اُس کا سانس چڑھا ہوا نہیں تھا۔

تمھارا نام کیا ہے؟

نادیہ۔

پڑھتی ہو ؟

نہیں۔

کیا کرتی ہو؟

لکڑیاں چُنتی ہوں۔۔درانتی سے خشک جھاڑیاں اور گھاس کاٹتی ہوں، ننگر پارکر کے بازار میں سو روپے ہوجاتے ہیں۔

یہاں جو لوگ آتے ہیں سیرکرنے تو آپ انھیں یہ کرتب دکھاتی ہو۔ پانچ منٹ میں اس جھنڈے کو ہاتھ لگا کر واپس آجاتی ہو۔

ہاں۔

اور وہ کچھ پیسے انعام کے طور پر دیتے ہیں۔

کبھی نہیں دیتے۔

بہ ہرطور ہم نے اُسے مناسب انعام دیا۔

دوسرے بچےّ بھی چٹان کی بلندی پر پہنچ کر صرف پانچ منٹ میں واپس آجاتے ہیں ؟

نہیں۔کوئی نہیں۔ صرف میں۔

یہ بچیّ مشہورِ عالَم جمناسٹ نادیہ کمانچی سے کم تو نہ تھی۔۔ اگرچہ یہ بھی نادیہ تھی۔ رومانیہ کی نہ تھی، صحرائے تھر کی تھی اور لکڑیاں بیچتی تھی۔

جب وہ ننگے پاؤں ایک آہو کی مانند چٹانوں پر قُلانچیں بھرتی تھی تو مجھے ایتھوپیا کا ننگے پاؤں والا بکیلا یاد آتا تھا۔وہ روزانہ اولمپک کی طویل ترین دوڑ مراتھون سے بھی زیادہ فاصلہ طے کرتا ہے۔۔ اس کی مناسب ٹریننگ کی گئی اور اسے ایتھوپیا کی جانب سے روم اولمپک میں شامل ہونے کے لیے بھیج دیا گیا۔ میں نے روم اولمپک کی وہ مراتھون دوڑ ٹیلی وژن پر بہ راہِ راست دیکھی تھی۔ سیکڑوں کھلاڑیوں میں سے یک دم ننگے پاؤں دوڑتا بکیلا آگے نکلتاہےاوروہ ایک مخصوص رفتار سےاور نہایت خوب صورت انداز میں قلانچیں بھرتا بھاگتا جارہا ہے۔ یہاں تک کہ سب کھلاڑی بہت پیچھے رہ جاتے ہیں اور جب وہ دوڑ کے اختتام پر اولمپک اسٹیڈیم میں داخل ہوتا ہے اور آخری لائن عبور کر جاتا ہے تو بھی رُکتا نہیں۔ بھاگتا ہوا اسٹیڈیم کے چکر لگانے لگتا ہے اور تماشائی حیرت میں ڈوبے ہوئے اپنی نِشستوں سے کھڑے ہو کرتالیاں بجاتے چلے جاتے ہیں اور بکیلا بھاگتا چلاجاتا ہے، بہت دیربعد اُس دوڑ میں شامل ایک اور کھلاڑی ہانپتا کانپتا اسٹیڈیم میں داخل ہوتا ہے۔

وہ جب ایتھوپیا واپس جاتا ہے تواُس ملک کے پہلے سونے کا اولمپک تمغا جیتنے والے کے استقبال کے لیے پورا ملک اُمڈ آتا ہے۔ اُسے پھولوں سے آراستہ ایک فلوٹ پر بٹھایا جاتا ہے اور اُس کے دونوں جانب ایتھوپیا کے قومی نشان سچ مچ کے دو شیر براجمان ہیں۔۔ شہنشاہ ذاتی طور پر اُس کا استقبال کرتا ہے اور اُسے حفاظتی دستے کا سالار مقرر کر دیا جاتا ہے، اِنعام و اِکرام کی بارش ہوگئی۔۔ بکیلا نے بعدازاں مُتعَدّد اولمپک مراتھون دوڑیں ننگے پاؤں بھاگتے ہوئے جیتیں اور پھر وہ اپنی اسپورٹس کار کے حادثے میں زندگی بھر کے لیے اپاہج ہوگیا اور بقیہ حیات ایک وھیل چیئر میں بسر کی۔

مجھے یقین ہے کہ اس لکڑیاں چُننے والی تھری، دھوپ جلی نادیہ کو اگر مناسب تربیت دی جائے تو وہ مراتھون یا کسی ہَرڈَل ریس میں شریک ہوکر پاکستان کے لیے اولمپک کا اس نوعیت کا پہلا گولڈ میڈل حاصل کر سکتی ہے اگرچہ یہ خوابِ خام ہے۔

(ماخوذ از : سفر سندھ کے - اور سندھ بہتا رہا)

مشق

سوال نمبر۱ : درج ذیل سوالات کے جواب دیجیے:

(۱) کارونجھر پہاڑی سلسلہ کس جگہ واقع ہے ؟

(۲) مصنف نے ننگر پارکر کی منظر کشی کس طرح کی ہے ؟

(۳) تھر کی بچی کس بات کا دعویٰ کر رہی تھی ؟

(۴) تھر کی نادیہ کماچی کے کردار پر روشنی ڈالیے ؟

(۵) مصنف نے تھر کی بچی کو کس عالمی شہرت یافتہ لڑکی کے مترادف مانا ؟ اور کیوں ؟

(۶) ایتھوپیا کے کس شخص کا مصنف نے ذکر کیا ہے ؟ اور کیوں ؟

(۷) آپ سندھ کے کسی اور شہر کی روداد سفرنامے کے انداز میں تحریر کیجیے۔

سوال نمبر۲ : اس سبق میں کتنے محاورے استعمال ہوئے ہیں ؟ آپ اُن میں سے کوئی بھی تین اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

سوال نمبر۳ : اس سبق کا مرکزی خیال اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

سوال نمبر۴ : اس سبق میں کتنے ملکوں، شہروں اور جگہوں کا ذکر کیا گیا ہے ؟ اور کیوں ؟

سوال نمبر۵ : ذیل کے الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے:

حسبِ وعدہ	بے آب و گیاہ	عجوبہ	کائیاں	عبور کرنا	چٹیل

مرکب مصادر :

ایسے تمام مصادر کو جو دوسری زبانوں کے الفاظ کے آخر میں مصدر کی علامت "نا" زیادہ کرکے یا دوسری زبانوں کے الفاظ کے بعد اُردو مصدر لگا کر بنالیے جاتے ہیں مرکب مصادر کہتے ہیں۔

مثالیں : تشریف لانا ۔ سیر کرنا ۔ گرمانا ۔ کفنانا وغیرہ

سوال نمبر ٦ : آپ اسی طرح "مرکب مصادر" کی چند مثالیں تلاش کیجیے۔

سرگرمی

طلبہ مشہور جمناسٹ "نادیہ کمانچی" پر ایک نوٹ تحریر کریں گے۔

سفر نامے میں سفر کی روداد بیان کی جاتی ہے۔ سیّاح اپنے سفر کے دوران جن مقامات کی سیر کرتا ہے، وہاں جو کچھ دیکھتا ہے اسے سفر نامے میں پیش کردیتا ہے۔ سفر نامہ نگار کے لیے ضروری ہے کہ غیر ضروری تفصیلات سے اجتناب کرتے ہوئے سچائی کے ساتھ احوال و کوائف قلم بند کرے۔ اس کا اندازِ بیان بھی دلچسپ ہونا چاہیے تاکہ قاری کی دلچسپی برقرار رہے۔

برائے اساتذہ

حضرت سلیمان علیہ السّلام نے دیکھا کہ اس کی پنڈلی پر بال نہیں تھے۔

طلبہ کو جمناسٹ "نادیہ کمانچی" کے متعلق معلومات فراہم کیجیے ۔